ZAUQ-E-TAHQEEQ
www.Zauq-e-Tahqeeq.com
editor@zauq-e-tahqeeq.com
ISSN PRINT: 2789-8776
ISSN ONLINE:2789-8784
Volume.8,Issue No.2 (2026)
(April to June)

تاریخ، تاریخیت اور نو تاریخیت: باہمی تعلق اور نظری مباحث

History, Historicity, and New Historicism: Interrelationships and Theoretical Debates

ڈاکٹر شہباز حسین
پاک سیکرٹریٹ، اسلام آباد

Dr. Shahbaz Hussain
Pak Secretariat, Islamabad, Pakistan

Article Details
Received:
May 20, 2026
Accepted:
May 25, 2026
Online Published:
June 30, 2026

Copyright: © 2023 by the authors. This is an open-access article distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

Abstract: This article examines the interconnected concepts of history, historicism, and New Historicism, highlighting their role in shaping human consciousness and literary understanding. It argues that human beings interpret the present and envision the future through engagement with the past, which becomes systematized in these three intellectual frameworks. History is presented as the structured record of past events and experiences, while historicism provides a methodological lens to interpret these events within their specific temporal, cultural, and social contexts. Moving beyond both, New Historicism critically interrogates the relationship between history, literature, power, culture, and discourse, emphasizing that both historical and literary texts are constructed narratives influenced by ideological and institutional forces anThe study further explores how literature cannot be separated from its socio-political and cultural milieu, and how meaning emerges through the interaction of text and context.

Key words: History, Historicism, New Historicism, Power, Discourse, Culture, Context, Urdu Literature.

انسانی شعور کی تشکیل میں ماضی کا کردار بنیادی اور ناگزیر ہے۔ انسان اپنے حال کو سمجھنے اور مستقبل کی راہوں کا تعین کرنے کے لیے ہمیشہ اپنے ماضی کی طرف رجوع کرتا ہے۔ یہی رجوع جب منظم مطالعے، فکری تجزیے اور تہذیبی شعور کی صورت اختیار کرتا ہے تو تاریخ، تاریخیت اور نو تاریخیت جیسے مباحث سامنے آتے ہیں۔ یہ تینوں اصطلاحات بظاہر ایک ہی فکری سلسلے سے وابستہ ہیں، لیکن اپنی ماہیت، دائرۂ کار اور تنقیدی جہات کے اعتبار سے ایک دوسرے سے مختلف بھی ہیں اور باہم مربوط بھی۔ اسی طرح ادب اور تاریخ کے تعلق پر جب سنجیدگی سے غور کیا جاتا ہے تو واضح ہوتا ہے کہ کوئی بھی ادبی متن اپنے عہد کے تہذیبی، سماجی، سیاسی اور فکری ماحول سے الگ ہو کر نہ وجود میں آتا ہے اور نہ مکمل طور پر سمجھا جا سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جدید ادبی تنقید میں تاریخ کو محض پس منظر کے طور پر نہیں بلکہ معنی کی تشکیل کے فعال عنصر کے طور پر دیکھا گیا ہے۔ اس تناظر میں تاریخ، تاریخیت اور نو تاریخیت کا مطالعہ محض اصطلاحی یا نظری بحث نہیں بلکہ ادبی فہم کے لیے بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔ تاریخیت اور نو تاریخیت، تاریخ کی کوکھ سے جنم لیتے ہیں۔ لفظ "تاریخ" اپنی ماہیت اور اہمیت میں نہایت وسیع اور گہرا مفہوم رکھتا ہے۔ لغوی اعتبار سے یہ وقت کے تعین اور واقعات کے اندراج سے متعلق ہے، لیکن اصطلاحی معنی میں تاریخ اس سے کہیں آگے بڑھ جاتی ہے:

"لفظ تاریخ کے دو معنی ہیں: (۱) ماضی کے واقعات (۲) ماضی کے واقعات کی روداد بیان کرنا، پس ساختیاتی فکر نے اس فکر کو صاف کر دیا کہ تاریخ ہمیشہ بیان کی جاتی ہے۔ چناں چہ پہلا مؤقف (کہ تاریخ ماضی کے واقعات کا مجموعہ ہے) بے معنی ہے۔ اس لیے کہ ماضی اپنی خالص صورت میں بعد میں آنے والوں کو ہر گز فراہم نہیں ہو سکتا۔ ماضی ہم تک ہمیشہ کسی نہ کسی "بیان" کے ذریعے ہی پہنچتا ہے"۔(۱)

اس تناظر میں تاریخ ایک ایسا علم ہے جو انسانی زندگی کے ماضی کو نہ صرف زمانی ترتیب کے ساتھ مرتب کرتا ہے بلکہ اسے تحقیقی اصولوں، تنقیدی بصیرت اور تجزیاتی فہم کے تناظر میں سمجھنے کی کوشش کرتا ہے۔ ان معنوں میں تاریخ محض گزرے ہوئے واقعات کی سادہ فہرست یا وقت کی محض ایک مسلسل لکیر نہیں، بلکہ یہ انسانی تجربے، اجتماعی کوششوں اور تہذیبی ارتقا کی مکمل تعبیر اور تشریح بھی ہے۔ اسے انسانی معاشرے کا اجتماعی حافظہ بھی کہا جاتا ہے، جو ماضی کے ان واقعات، حالات، شخصیات، تحریکات اور تہذیبی تغیرات کا منظم مطالعہ فراہم کرتا ہے، جنہوں نے انسانی زندگی اور معاشرتی ڈھانچے کی تشکیل میں بنیادی اور ناگزیر کردار ادا کیا۔ تاریخ ہمیں یہ سمجھنے کا موقع دیتی ہے کہ ہر موجودہ سماجی، سیاسی یا ثقافتی رجحان کی جڑیں ماضی کے مخصوص حالات، انسانی رویوں اور تہذیبی ارتقا سے جڑی ہوتی ہیں۔ ہر معاشرتی نظام، ہر فکری تحریک، اور ہر ادبی روایت اپنے وقت کے مخصوص تاریخی اور ثقافتی سیاق وسباق میں جنم لیتی ہے اور انہی روابط کے ذریعے اپنی معنویت پیدا کرتی ہے۔

مزید برآں، تاریخ ہمیں انسانی شعور کی تشکیل میں ماضی کے اثرات کی اہمیت بھی واضح کرتی ہے۔ ہر فرد اور ہر قوم اپنے موجودہ تجربات، اقدار اور رجحانات کو سمجھنے کے لیے ماضی کی طرف رجوع کرتی ہے، اور یہ رجوع تاریخ کے ذریعے ہی ایک منظم، تحقیقی اور فکری شکل اختیار کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تاریخ انسانی زندگی کے فکری، سماجی اور تہذیبی ڈھانچے کی ایک مکمل تصویر پیش کرتی ہے، جو نہ صرف علمی مطالعے کے لیے اہم ہے بلکہ انسانی شعور اور ثقافتی شعور کی تشکیل میں بھی لازمی کردار ادا کرتی ہے۔ ہمیں یہ سمجھنے میں مدد ملتی ہے کہ انسانی زندگی، معاشرتی رویے، اور تہذیبی اقدار کس طرح ایک دوسرے سے مربوط اور مسلسل تغیر پذیر ہیں، اور کس طرح ہر دور کے واقعات، شخصیات اور تحریکات آنے والے وقت پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ یہی خصوصیت تاریخ کو محض ایک علمی مضمون نہیں بلکہ انسانی شعور، فکری ارتقا اور معاشرتی سمجھ بوجھ کا ایک فعال اور لازمی عنصر بناتی ہے:

"جس طرح اپنے عہد اور اپنی تاریخ کو ہم تاریخ کے دائرے سے باہر آکر دیکھ سکتے ہیں، اسی طرح اپنی تہذیب و تاریخ کو بھی ہم کسی ایک علاقے، دور یا نظریے تک محدود نہیں کر سکتے۔ تاریخ کے بہاؤ کے ساتھ ساتھ ہمارا تہذیبی تناظر بھی تبدیل ہوتا رہتا ہے۔ مگر اس کی تفہیم کے لیے جو کشادہ فکری اور بے تعصبی درکار ہے وہ ہمارے علمی رویوں میں مفقود ہے"۔(۲)

تاریخ کی ماہیت پر بات کی جائے تو کہا جاسکتا ہے کہ یہ بنیادی طور پر دو جہات پر مشتمل ہے، ایک واقعاتی اور دوسری تعبیری۔ واقعاتی جہت وہ بنیاد ہے جس پر تاریخ کی ساخت کھڑی ہوتی ہے۔ اس میں ماضی کے حالات و واقعات، سیاسی تغیرات، جنگیں، سلطنتوں کے عروج و زوال، معاشرتی اور اقتصادی تبدیلیاں، ثقافتی اور تہذیبی ارتقا، اور انسانی زندگی کے متنوع تجربات شامل ہوتے ہیں۔ یہ جہت ہمیں ماضی کے ظاہری حقائق، تاریخی تسلسل اور معاشرتی ڈھانچے کی عکاسی فراہم کرتی ہے۔ اس کے ذریعے ہم یہ جان سکتے ہیں کہ کس طرح ماضی کے فیصلوں، تحریکات، اور سماجی رجحانات نے انسانی زندگی، تہذیب اور معاشرت کے نظام کو متشکل کیا۔ دوسری جانب، تعبیری جہت تاریخ کے فکری اور تنقیدی پہلوؤں کی نمائندگی کرتی ہے۔ یہ جہت مورخ کی بصیرت، اس کے زاویۂ نگاہ، مواد کے انتخاب، ان کے تجزیاتی پیرائے میں ترتیب دینے اور ماضی سے نتائج اخذ کرنے کے عمل سے جڑی ہوتی ہے۔ ماضی خود خام اور بے زبان نہیں ہوتا، در حقیقت وہ اپنی اصل صورت میں ہمیں صرف واقعات، دستاویزات، اور آثار کے ذریعے ملتا ہے۔ یہ مواد مورخ کے علمی شعور، فکری تجزیے اور تنقیدی مطالعے کے ذریعے معنی اختیار کرتا ہے۔ اسی وجہ سے تاریخ کو مکمل طور پر غیر جانبدار یا خالص حقیقت سمجھنا ممکن نہیں، کیونکہ ہر مورخ اپنے نقطۂ نظر، اپنے ثقافتی اور فکری پس منظر، اور اپنے تحقیقی معیار کے مطابق ماضی کے مواد کو ترتیب اور معنی دیتا ہے:

> ”تاریخ سے رشتہ قائم کرنے کے لیے ہمارے پاس کئی زاویے ہوتے ہیں۔ ایک تماشائی، ایک واقعہ نویس، ایک غیر جذباتی مؤرخ یا ایک عقیدت مند زائر کے طور پر۔ اب یہ ہم پر منحصر ہے کہ ہم تاریخ سے تعامل کے لیے کون سا زاویہ اختیار کرتے ہیں“۔ (۳)

یہی دو جہات، واقعاتی اور تعبیری، مل کر تاریخ کو ایک زندہ، متحرک اور معنی خیز علم بناتی ہیں۔ ماضی کے واقعات کا سلسلہ ہمیں حقیقت کا ابتدائی نقشہ فراہم کرتا ہے، جبکہ تعبیری جہت اس نقشے میں گہرائی، مقصد اور فکری ہم آہنگی پیدا کرتی ہے۔ ایک مورخ صرف واقعات کی فہرست ہی پیش کرتا، بلکہ وہ ان میں روابط، اسباب اور اثرات کو تلاش کرتا ہے، انسانی تجربے کی تہہ میں جھانکتا ہے، اور قارئین کے لیے ماضی کی پیچیدگیوں اور معنی کو قابل فہم بناتا ہے۔ اس طرح تاریخ صرف ماضی کا ذخیرہ نہیں بلکہ ایک متحرک علم ہے جو ماضی کے حقائق اور انسانی شعور کے درمیان ربط قائم کرتا ہے اور یہ بھی سمجھنے میں مدد دیتا ہے کہ ہر واقعہ یا سماجی تبدیلی کس طرح ایک وسیع اور پیچیدہ فکری، سیاسی اور ثقافتی نظام کا حصہ ہے، اور کس طرح ماضی کے انتخاب اور تشریحات آج کے علمی اور ادبی مفاہیم کی بنیاد فراہم کرتے ہیں۔

عصرِ حاضر میں تاریخ کا دائرہ کار نہایت وسیع اور گہرا ہو چکا ہے۔ یہ اب محض بادشاہوں، حکمرانوں اور جنگوں کی یادداشت تک محدود نہیں رہی، بلکہ اس نے انسانی زندگی کے ہر پہلو، ہر تجربے اور ہر سماجی، ثقافتی اور اقتصادی مظہر کو اپنے مطالعے میں شامل کر لیا ہے۔ اب تاریخ عام انسان کے روزمرہ تجربات، عوامی زندگی، طبقاتی کشمکش، صنفی مسائل، محنت کشوں اور حاشیے پر موجود طبقات کی زندگی، نو آبادیاتی تجربات، اور معاشرتی و ثقافتی ساختوں کی پیچیدگیوں کا بھی گہرائی سے مطالعہ کرتی ہے۔ یہ توسیع تاریخی مطالعے کو ایک زندہ اور متحرک علم کی صورت دیتی ہے، جو ماضی کے ظاہری واقعات اور دستاویزی حقائق کے ساتھ ساتھ انسانی معاشرت، ثقافت اور تہذیب کی کثیر جہتی صورتوں کو بھی سمجھنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ جدید تاریخ ہمیں یہ شعور عطا کرتی ہے کہ انسانی زندگی مختلف سماجی طبقات، اقتصادی ڈھانچوں، ثقافتی رجحانات اور سیاسی طاقتوں کے پیچیدہ تعلقات اور تعاملات کا مجموعہ ہے، کوئی سیدھی اور سادہ پگڈنڈی

نہیں۔ مزید بر آں، جدید تاریخ انسان کو اس کے چھوٹے اور نظر انداز کیے جانے والے تجربات، حاشیے پر رہنے والے لوگوں کے اعمال اور روزمرہ کے معمولات سے روشناس کراتی ہے۔ یہ ہمیں یہ سمجھنے کی سہولت دیتی ہے کہ کس طرح عام انسان کے فیصلے، رویے اور جدوجہد معاشرتی اور تہذیبی ارتقا میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ اسی طرح، نو آبادیاتی تجربات، ثقافتی تبادلے اور معاشرتی تضادات بھی تاریخ کا لازمی حصہ بن گئے ہیں، کیونکہ یہ ہمیں موجودہ عالمی اور مقامی حالات کی سمجھ بوجھ فراہم کرتے ہیں۔

تاریخ کے بعد "تاریخیت" کے مراحل شروع ہوتے ہیں۔ تاریخیت بنیادی طور پر اس فکری اصول کا نام ہے جس کے مطابق کسی بھی خیال، ادارے، روایت، ادبی متن یا انسانی رویے کو اس کے مخصوص تاریخی سیاق وسباق کے بغیر مکمل طور پر سمجھنا ممکن نہیں۔ تاریخیت، تاریخ کے بیان کیے گئے واقعات، حالات، انسانی تجربات، متون اور تصورات کو ان کے زمانی، تہذیبی، سماجی اور فکری پس منظر میں سمجھنے کا ایک منظم اور تنقیدی نقطۂ نظر فراہم کرتی ہے۔ یہ اصول ہمیں یہ شعور عطا کرتا ہے کہ انسانی زندگی، اس کے رویے اور فکری پیداوار ہمیشہ اپنے عہد کے مخصوص حالات اور معاشرتی ڈھانچے سے جڑی ہوتی ہے اور ان سے الگ ہو کر ان کی مکمل معنویت اور مفہوم کو نہیں سمجھا جا سکتا:

> "تاریخیت وہ فکری رویہ ہے جو تہذیبی شعور، سیاسی و تاریخی شعور، عصری آگہی اور سماجی درک سے انسلاک رکھنے والے تمام متون کا احاطہ کرتا ہے"۔(۴)

تاریخیت اس بات پر بھی زور دیتی ہے کہ ہر تخلیق یا خیال اپنے وقت، ثقافت اور سماجی ماحول کے تناظر میں ہی معنی پیدا کرتا ہے۔ مثلاً کسی ادبی متن یا فلسفیانہ نظریے کو اس کے تاریخی پس منظر کے بغیر دیکھنا، اس کی گہرائی اور مقصد کو جزوی اور سطحی انداز میں سمجھنے کے مترادف ہے۔ اسی طرح، انسانی رویے، سماجی رجحانات اور سیاسی فیصلے بھی اپنے عہد کے مخصوص تاریخی اور تہذیبی عوامل سے جڑے ہوتے ہیں اور ان کے فہم کے لیے ضروری ہے ماضی کے حالات، سماجی ڈھانچے اور ثقافتی پس منظر کو بھی مد نظر رکھا جائے۔ اس طرح تاریخیت نہ صرف ماضی کے وقائع کی فہم میں مدد دیتی ہے بلکہ یہ انسانی شعور، تہذیبی رویوں اور علمی پیداوار کے تجزیے کے لیے ایک بنیادی اور فعال فریم ورک فراہم کرتی ہے۔ یہ اصول انسانی زندگی کے ہر پہلو میں معنی اور تعلق پیدا کرتا ہے اور اس بات کی یاد دہانی کراتا ہے کہ انسان، اس کے افکار، روایات اور تخلیقات ہمیشہ تاریخی اور ثقافتی تعلقات کے اندر ہی پوری طرح سمجھ میں آتی ہیں۔ یوں تاریخیت ہمیں یہ شعور دیتی ہے کہ کوئی بھی انسانی تجربہ، ادبی متن یا فکری رجحان اس کے عہد، ماحول اور تہذیبی سیاق وسباق سے جُدا ہو کر مطلق معنوں میں نہیں دیکھا جا سکتا، بلکہ صرف اسی تاریخی تناظر میں اس کی مکمل اور درست تشریح ممکن ہے:

> "تاریخیت تاریخی حقائق کے استناد کو برقرار رکھتے ہوئے فرد اور تاریخ کے باہمی تعامل کو جمالیاتی تجربے میں بدلنے کا نام ہے۔ تاریخیت محض اس سوال کا جواب تلاش نہیں کرتی کہ درحقیقت کیا ہوا، بلکہ اس کا سروکار اس امر سے بھی ہے کہ جدید ذہن اس تک رسائی کس طرح حاصل کرتا ہے"۔(۵)

ادب کے میدان میں تاریخیت کی افادیت بہت واضح ہے۔ ادبی متن خود بخود یا کسی خلا میں پیدا نہیں ہوتا۔ یہ ہمیشہ اپنے عہد کے سماجی، سیاسی، تہذیبی اور فکری حالات سے منسلک ہوتا ہے اور انہی عوامل سے متاثر ہو کر اپنی شکل، مواد اور معنی تخلیق کرتا ہے۔

اسی لیے کسی نظم، ناول، افسانے، ڈرامے یا خود نوشت کو سمجھنے کے لیے محض اس کے اسلوب، زبان یا جمالیاتی خصوصیات کا جائزہ لینا کافی نہیں ہوتا، بلکہ ضروری ہے کہ اس متن کے تاریخی سیاق و سباق، مصنف کے عہد کے سیاسی و سماجی حالات، معاشرتی ڈھانچے اور تہذیبی پس منظر پر بھی غور کریں۔ یہی وجہ ہے کہ تاریخیت ادبی متن کو محض ایک جمالیاتی یا ادبی مظہر کے طور پر نہیں دیکھتی، بلکہ اسے ایک زندہ اور فعال مظہر کے طور پر پیش کرتی ہے۔ ادبی متن کے اندر سماجی طبقات، سیاسی رجحانات، تہذیبی اقدار اور فکری کشمکش کی جھلکیاں موجود ہوتی ہیں، اور یہ تمام عناصر مصنف کی تخلیق میں ضم ہو کر ایک مکمل اور تاریخی معنویت پیدا کرتے ہیں۔ تاریخیت اس معنویت کو اجاگر کرتی ہے اور قارئین کو یہ شعور عطا کرتی ہے کہ ہر ادبی تخلیق اپنے وقت کے انسانی تجربات، معاشرتی تضادات اور تہذیبی تبدیلیوں کی عکاسی کرتی ہے:

> ”یہ ممکن نہیں کہ تاریخیت کو حقائق کے کسی ایک سانچے تک محدود کر دیا جائے۔ تاہم وہ موضوعات جو تاریخیت کے شعور کے تحت ادب میں عموماً اور ناول میں بالخصوص مشاہدہ کیے جاسکتے ہیں۔ ان میں پس نو آبادیات، شناخت کی اسطورہ، صنفی مطالعات اور اپنی جڑوں کی تلاش کا مسئلہ ہے کہ افراد اور قومیں اپنے عصر کے عقائد و اقدار سے ذہنی جڑت قائم کرنے کے لیے ماضی کی یادوں کا انتخاب اور تشکیل کس طرح ان کی اہمیت کے تناظر میں کرتے ہیں اور اس عمل کے دوران تاریخی حقائق تشکیل و تنسیخ کے کن مراحل سے گزرتے ہیں“۔(۶)

مزید برآں، تاریخیت ادبی مطالعے کو ایک فکری وسعت عطا کرتی ہے۔ یہ نہ صرف متن کے ظاہری مواد اور بیانیہ کو سمجھنے میں مدد دیتی ہے بلکہ اسے اس کے تاریخی، سماجی اور تہذیبی تعلقات کے تناظر میں دیکھنے کی صلاحیت بھی فراہم کرتی ہے۔ یوں ادب اور تاریخ کے درمیان یہ فکری ربط ہمیں یہ شعور عطا کرتا ہے کہ ادبی تخلیق محض کسی شاعر یا مصنف کی ذاتی تخیل کا نتیجہ نہیں، بلکہ ایک عہد کی معاشرتی، ثقافتی اور فکری حقیقت کی نمائندگی بھی ہے۔ تاریخیت کے اس اصول کے تحت ادبی متن کو پڑھنا اس کی گہرائی، تنوع اور معنوی پیچیدگی کو سمجھنے کی کلید بن جاتا ہے، اور قارئین کو ماضی اور حال کے درمیان ایک فعال اور بامعنی ربط قائم کرنے کا موقع فراہم کرتا ہے۔ نو تاریخیت کے نظری و فکری زاویوں پر بات کی جائے تو عیاں ہوتا ہے کہ اس کی تنقیدی جہات، تاریخیت سے یکسر مختلف ہیں۔ درحقیقت نو تاریخیت کسی متن، فن پارے، تاریخ یا تاریخی زاویوں کو اپنے پیمانے پر پرکھتی ہے۔ یہ اس حقیقت کو اجاگر کرتی ہے کہ تاریخ صرف واقعات یا دستاویزی حقائق کا مجموعہ نہیں، بلکہ ایک ایسا عمل ہے جو بیانیے، طاقت اور ثقافت کے تعامل کے ذریعے تشکیل پاتا ہے۔

یہ نظریہ ہمیں یہ شعور دیتا ہے کہ ماضی کے واقعات اور انسانی تجربات خود مختار یا مطلق معنوں میں موجود نہیں ہوتے، بلکہ انہیں زبان، روایت، معاشرتی طاقت کے ڈھانچے اور ثقافتی سیاق و سباق کے ذریعے معنی دیا جاتا ہے۔ یوں نو تاریخیت ادب اور تاریخ کے تعلق کو ایک فعال، متحرک اور تنقیدی فریم ورک میں دیکھتی ہے، جہاں ہر متن، ہر روایت اور ہر بیانیہ اپنے عہد کے اجتماعی، سیاسی اور ثقافتی ماحول کی عکاسی کرتا ہے اور انسانی شعور کی تشکیل میں فعال کردار ادا کرتا ہے:

> ”نئی تاریخیت دراصل قرات کے اس عمل کا نام ہے جس کے ذریعے یہ دیکھا جاتا ہے کہ کس طرح ادبی متون نہ صرف اپنے زمانے کے طور طریقوں اور اعتقادات کو ظاہر کرتے ہیں، بلکہ ان طور طریقوں اور اعتقادات کو بناتے اور متاثر بھی کرتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں جس طرح سماج وحدانی نہیں ہے، ادب بھی وحدانی نہیں“۔(۷)

نو تاریخیت بیسویں صدی کے آخری عشروں میں ابھرنے والا ایک نمایاں اور فکری طور پر گہرا تنقیدی رجحان ہے، جس نے ادب اور تاریخ کے تعلق کو نئے زاویے سے سمجھنے کی کوشش کی۔ نو تاریخی اصول کے مطابق نہ تاریخ کبھی مکمل طور پر شفاف، غیر جانبدار یا معروضی ہو سکتی ہے، اور نہ ہی ادب محض ذاتی اظہار یا جمالیاتی تخلیق تک محدود ہے۔ بلکہ دونوں اپنے اندر طاقت کے نظام اور سماجی ڈھانچے کے پیچیدہ اثرات رکھتے ہیں۔ اس طرح، نو تاریخیت ہمیں یہ شعور عطا کرتی ہے کہ تاریخ اور ادب ایک دوسرے سے الگ نہیں، بلکہ باہم جڑے ہوئے علمی اور سماجی مظاہر ہیں۔ تاریخی بیانیے میں طاقت اور مفروضات کے اثرات موجود ہوتے ہیں، اور ادبی متون بھی اپنے عہد کے سیاسی، معاشرتی اور ثقافتی ماحول کی عکاسی کرتے ہیں۔ نو تاریخیت کے اس تناظر میں، تاریخ اور ادب دونوں کو ایک فعال اور متحرک عمل کے طور پر دیکھا جاتا ہے، جہاں بیانیہ، سماجی طاقت اور ثقافت ایک دوسرے کے ساتھ مل کر معنی پیدا کرتے ہیں اور انسانی شعور کی تشکیل اور تہذیبی فہم میں اہم کردار ادا کرتے ہیں:

> ”نئی تاریخیت کسی بندھے ٹکے رویے کا نام نہیں بلکہ تاریخ، ثقافت اور ادب کے پیچیدہ اور گہرے رشتوں کو سمجھنے سمجھانے کے ان طور طریقوں کے مجموعے کا نام ہے جن میں یہ نکتہ تسلیم شدہ ہے کہ ادب تاریخ اور کلچر ادب میں سانس لیتے ہیں اور یہ رشتے جتنے ظاہر ہیں اس سے کہیں زیادہ مضمر، مستور اور تہہ در تہہ ہیں“۔(۸)

نو تاریخیت کا بنیادی اور مرکزی مقدمہ یہ ہے کہ ادبی متن اور تاریخی متن دونوں دراصل بیانیے ہیں اور دونوں اپنے اندر انتخاب، ترتیب اور فکری و ثقافتی مفروضات رکھتے ہیں۔ تاریخ ہمیں براہِ راست اور غیر منقوش شکل میں نہیں ملتی، بلکہ یہ ہمیشہ دستاویزات، ریکارڈ، تحریروں، یادداشتوں، اور ادارہ جاتی بیانات کے ذریعے ہمارے سامنے آتی ہے۔ یہ مواد خود مکمل حقیقت کی نمائندگی نہیں کرتا، بلکہ ہر مرحلے میں انتخاب، استثناء، اور طاقت کے عمل سے گزرتا ہے کہ کون سا واقعہ محفوظ کیا جائے، کون سی روایت کو نمایاں کیا جائے اور کس زاویے سے بیان کیا جائے، یہ سب تاریخی بیانیے کی تشکیل کے اہم عناصر ہیں۔ اسی طرح ادبی متن بھی محض ایک جمالیاتی یا تخلیقی اظہار نہیں بلکہ اپنے عہد کے ثقافتی، سیاسی، سماجی اور نظریاتی تناظر سے گہرائی سے جڑا ہوتا ہے۔ کسی نظم، ناول یا افسانے کے معنوی اور فکری پہلو کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ اس کے عہد کی فکری کشمکش، ثقافتی مفروضات اور سماجی طاقتوں کو بھی مدنظر رکھیں۔ نو تاریخیت بتاتی ہے کہ ادبی اور تاریخی متن دونوں معنی پیدا کرنے کے عمل میں فعال کردار ادا کرتے ہیں اور انسانی شعور، ثقافت اور طاقت کے نظام کے ساتھ مربوط ہیں۔

دیگر پہلوؤں کے ساتھ ساتھ نو تاریخیت کے تنقیدی منہج میں طاقت کا تصور مرکزی اور بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔ طاقت صرف سیاسی اقتدار یا حکومتی کنٹرول تک محدود نہیں رہتی بلکہ یہ زبان، علم، قانون، مذہب، تعلیم، رسم و رواج اور ثقافتی اداروں میں بھی مضمر

ہوتی ہے۔ ہر سماجی اور فکری نظام کسی نہ کسی شکل میں طاقت کے عمل سے جڑا ہوتا ہے، اور یہ طاقت نہ صرف انسانی رویوں اور معاشرتی ڈھانچوں کو متاثر کرتی ہے بلکہ ادبی متن کی تخلیق اور معنی میں بھی اہم کردار ادا کرتی ہے۔ ادبی تخلیق، چاہے وہ نظم ہو، افسانہ، ناول یا ڈرامہ، ان طاقتور نظاموں سے متاثر ہوتی ہے؛ بعض اوقات یہ متن طاقت کے اصولوں کی تائید کرتا ہے، اور بعض اوقات ان کے خلاف مزاحمت اور سوال اٹھانے کا ذریعہ بنتا ہے۔ نو تاریخیت اس بات کا بھی جائزہ لیتی ہے کہ کسی بھی متن میں کون سی آوازیں غالب ہیں اور کون سی آوازیں دبائی گئی ہیں، کون سا بیانیہ مرکز میں ہے اور کون سا حاشیے پر رکھا گیا ہے۔ یہ تجزیہ ہمیں یہ سمجھنے میں مدد دیتا ہے کہ ادبی اور تاریخی بیانیے میں غالب اور مغلوب، مرکز اور حاشیہ، طاقت اور مزاحمت کے پیچیدہ اور متعامل رشتے کس طرح کام کرتے ہیں:

> "تاریخی ادوار وحدانی حقائق نہیں ہیں۔ کسی بھی زمانے کی کوئی "ایک تاریخ" نہیں ہے۔ جو کچھ ہمیں حاصل ہے وہ فقط غیر مربوط اور تضادات سے مملو بیان کی گئی تاریخیں ہیں۔ الزبتھ عہد (یا مغل عہد) کا کوئی تصور کائنات نہیں ہے۔ یکساں، مربوط اور ہم آہنگ کلچر کا تصور فقط ایک مِتھ ہے جو تاریخ پر مسلط کر دیا گیا ہے اور جس کو مقتدر طبقوں نے اپنے مفادات کے پیشِ نظر رائج کیا ہے"۔(۹)

نو تاریخیت کی ایک نمایاں اور اہم خصوصیت یہ ہے کہ یہ ادبی متن کو محض خود مختار یا الگ حیثیت میں نہیں پڑھتی بلکہ اسے اپنے عہد کی دیگر دستاویزات اور مواد کے ساتھ مربوط کر کے سمجھنے کی کوشش کرتی ہے۔ اس نظریے کے مطابق کسی بھی ادبی متن کے معنی اور تاریخی حیثیت کو جاننے کے لیے ضروری ہے کہ ہم اس کے ساتھ اس دور کے سرکاری ریکارڈز، خطوط، اشتہارات، مذہبی تحریریں، سفر نامے، عدالتی فیصلے اور عوامی بیانیے بھی سامنے رکھیں۔ یہ دستاویزات صرف تاریخی حقائق فراہم کرنے کا ذریعہ نہیں بلکہ ایک ثقافتی، سماجی اور فکری ماحول کے اجزاء بھی ہیں جو متن کے معنی کی تشکیل میں فعال کردار ادا کرتے ہیں۔ اس طریقۂ کار کے ذریعے ادبی متن کو ایک وسیع تر ثقافتی جال کے اندر دیکھا اور سمجھا جاتا ہے، جہاں ہر متن دوسرے مواد کے ساتھ مل کر اپنے عہد کے سماجی، سیاسی، اقتصادی اور تہذیبی ماحول کی عکاسی کرتا ہے۔

تاریخ، تاریخیت اور نو تاریخیت کے باہمی تعلق پر بات کی جائے تو عیاں ہوتا ہے کہ اگرچہ بظاہر یہ تینوں نظریات الگ الگ نظر آتے ہیں مگر درحقیقت باہم مربوط فکری مدارج ہیں جو انسانی شعور اور علمی مطالعے میں ماضی کے ادراک کے مختلف پہلوؤں کو واضح کرتے ہیں۔ ان میں سب سے بنیادی درجہ تاریخ کا ہے، کیونکہ یہ ماضی کے واقعات، حالات، شخصیات، تحریکات اور انسانی تجربات کا منظم ذخیرہ فراہم کرتی ہے۔ تاریخ ہمیں ایک بنیادی فریم ورک مہیا کرتی ہے جس کے ذریعے ہم انسانی زندگی کے طویل اور پیچیدہ سلسلوں کو سمجھنے کی ابتدا کر سکتے ہیں۔ یہ ذخیرہ، چاہے دستاویزی ہو یا روایتی، ماضی کی یادداشت، سماجی اور تہذیبی حقائق، اور انسانی کوششوں کی عکاسی کرتا ہے، اور اسی بنا پر یہ علمی مطالعے کا آغاز ہے۔ تاریخیت اس بنیادی ذخیرے کو محض معلوماتی یا بیانیاتی سطح پر قبول نہیں کرتی بلکہ اسے اس کے زمانی، تہذیبی، سماجی اور فکری پس منظر میں سمجھنے کی کوشش کرتی ہے۔ تاریخیت ہمیں یہ شعور دیتی ہے کہ ہر واقعہ، ہر تحریک اور ہر انسانی فعل اپنے عہد کے مخصوص حالات اور معاشرتی ڈھانچوں کے تناظر میں معنی پیدا کرتا ہے۔ یہ اصول انسانی اور ادبی تخلیقات کو ان کے تاریخی ماحول سے الگ کر کے دیکھنے کی خام خیالی کو مسترد کرتا ہے اور ہمیں ان واقعات اور رویوں کو

ان کے اصل سیاق و سباق میں سمجھنے کی رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ نو تاریخیت اس مرحلے سے بھی آگے بڑھتی ہے اور یہ سوال اٹھاتی ہے کہ تاریخ کا یہ ذخیرہ خود کس طرح تشکیل پایا اور اس کے پیچھے کون سے بیانیاتی، ثقافتی اور طاقت کے عوامل کام کر رہے ہیں۔ نو تاریخیت ادبی متون کو بھی اس تجزیے میں شریک کرتی ہے اور دیکھتی ہے کہ ادب کس طرح تاریخ کے بیانیے میں شامل ہوتا ہے، اس کی تائید کرتا ہے، اس کی تشریح میں حصہ لیتا ہے یا اس کے خلاف مزاحمت پیش کرتا ہے۔ یوں یہ نقطہ نظر ہمیں صرف ماضی کے وقائع کو دیکھنے کی بجائے، ان کے تشکیلی عوامل، طاقت کے نظام، ثقافتی مفروضات اور بیانیاتی حکمت عملیوں کو سمجھنے کی راہ فراہم کرتا ہے:

> ''تاریخیت اور نئی تاریخیت میں ایک فرق یہ ہے کہ نئی تاریخیت کی بنیاد اس تصور پر ہے کہ کلچر کوئی کلیت پسندانہ وحدانی نظام نہیں، بلکہ یہ حاصل ضرب ہے۔ مختلف رویوں اور تصورات کا جو بجائے خود نتیجہ ہیں متون کے سلسلوں کا۔ دوسرے لفظوں میں ادب پارہ متشکل ہوتا ہے ثقافتی نظام کی رو سے اور ثقافتی نظام کے اندر یہ کہ ادب فقط اپنی تشکیل کی رو سے علاحدہ ہے، ورنہ یہی ثقافتی نظام ذہن و شعور کے دوسرے ظواہر میں بھی کار فرما رہتا ہے اور وہ ظواہر بھی اپنی جگہ پر ثقافت کو پیدا کرتے ہیں''۔(۱۰)

یوں ان تینوں نظریات کی فکری اور نظری جہات ایک دوسرے سے مربوط نظر آتی ہیں اور یہ ایک منطقی اور فکری تسلسل کی صورت اختیار کرتے نظر آتے ہیں۔ دراصل یہ تینوں نظریات ایک دوسرے کی نفی نہیں کرتے بلکہ فکری ارتقا کے مختلف مراحل کی نمائندگی کرتے ہوئے ایک مسلسل علمی و تنقیدی سلسلہ تشکیل دیتے ہیں، جہاں ماضی کی تفہیم محض واقعات کے بیان تک محدود نہیں رہتی بلکہ انسانی فکر، سماجی ساخت اور تہذیبی شعور کی گہری تعبیر بن جاتی ہے:

> ''تاریخیت متن کا مطالعہ مخصوص سیاق و سباق جیسے تاریخی ادوار یا مقامی ثقافت کے تحت کرتی ہے، جس سے ادب اور تاریخ کے متعینہ تصورات میں تبدیلی کی گنجائش پیدا ہوتی ہے۔ یوں ایک سطح پر اس کا تعلق علمِ شرح سے بنتا ہے لیکن تاریخیت میں جو جبر اور ادعائی رویہ موجود ہے اس کمی کو نو تاریخیت نے پورا کیا۔ جس کے مطابق تاریخی متن کو ادبی متن سے علیحدہ نہیں کیا جا سکتا کیوں کہ ادب نہ صرف تاریخ کی نمائندگی کرتا ہے بلکہ تشکیل بھی۔ دوسرے لفظوں میں تاریخ کی تفہیم ادبی متن کے طور پر ہو سکتی ہے اور ادب کو اس کے ثقافتی سیاق میں سمجھنا ممکن ہے''۔(۱۱)

یہ تینوں مدارج آپس میں اس طرح جڑے ہوئے ہیں کہ ایک فکری اور عملی ربط کے ذریعے ایک دوسرے کی تکمیل کرتے ہیں۔ تاریخ کے بغیر تاریخیت ممکن نہیں، تاریخیت کے بغیر نو تاریخیت کی تنقیدی بصیرت قائم نہیں رہ سکتی، اور نو تاریخیت کے بغیر ادب اور ماضی کے پیچیدہ تعلقات کی جامع اور دقیق تفہیم حاصل نہیں کی جا سکتی۔ یہی ربط انسانی تہذیب اور ادبی شعور کی باریک جہات کو

منکشف کرتا ہے، اور یہ شعور عطا کرتا ہے کہ ادبی متن صرف ایک جمالیاتی یا بیانی مظہر نہیں بلکہ ایک فعال تاریخی، ثقافتی اور طاقتور سیاق وسباق کا حصہ ہے۔ یوں تاریخ، تاریخیت اور نو تاریخیت ایک فکری تسلسل اور جامع فریم ورک فراہم کرتے ہیں جو ماضی، حال اور ادب کے درمیان ایک متعامل اور معنی خیز تعلق قائم کرتا ہے۔ تاریخ، تاریخیت اور نو تاریخیت کے فکری و نظری مباحث کو زیرِ بحث لایا جائے تو اس کے کئی اہم پہلو سامنے آتے ہیں، جو ان تصورات کی فکری گہرائی، پیچیدگی اور جدید علمی افق کو سمجھنے کے لیے ناگزیر ہیں۔ سب سے پہلی اور بنیادی بحث معروضیت اور تعبیر کی ہے۔ روایتی اور کلاسیکی نقطہ نظر کے مطابق تاریخ محض ماضی کے واقعات اور انسانی تجربات کا معروضی اور غیر جانبدار بیان ہے، لیکن جدید تنقید اور خاص طور پر نو تاریخیت نے یہ واضح کیا کہ ہر تاریخی بیان کسی نہ کسی انتخاب، ترتیب، زاویۂ نگاہ اور مواد کی ترجیح سے مشروط ہوتا ہے۔ اس تناظر میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا تاریخ خالص حقیقت کی نمائندہ ہے یا حقیقت کی انسانی تعبیر؟ تاریخیت اور نو تاریخیت دونوں اس بات پر زور دیتی ہیں کہ ماضی کی تفہیم ہمیشہ ایک تعبیراتی عمل ہے، اور ہر تاریخی بیانیہ اس کی ترتیب، ترجیح اور فکری سیاق کے اثرات سے خالی نہیں ہوتا۔

دوسرا اہم نظری مسئلہ متن اور سیاق کا ہے۔ کلاسیکی اور جدید ادبی تنقید نے اکثر متن کی خود مختاری پر زور دیا اور اسے اپنے جمالیاتی اصولوں، ساخت اور معنویت کے تناظر میں سمجھنے کی کوشش کی۔ تاہم، تاریخیت اور نو تاریخیت نے یہ موقف اختیار کیا کہ متن کو اس کے سیاق وسباق سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ نو تاریخیت نے اس بحث کو اور بھی پیچیدہ اور گہرا بنایا، کیونکہ اس کے مطابق سیاق بھی کوئی سادہ یا شفاف حقیقت نہیں بلکہ خود ایک متنی اور بیانیاتی ساخت ہے، جو طاقت، ثقافت اور معاشرتی تعلقات کے پیچیدہ جال میں جمی ہوتی ہے۔ اس فکری زاویے کے تحت نہ صرف متن بلکہ اس کے سیاق کے اندر موجود طاقت، روایت اور ثقافت کے عناصر بھی معنویت کی تخلیق میں فعال کردار ادا کرتے ہیں۔

تیسرا نظری مسئلہ طاقت اور علم کا ہے، جس پر خاص طور پر فرانس کے مفکر مائیکل فوکو کے اثرات واضح ہیں۔ نو تاریخیت نے یہ دکھایا کہ علم، تاریخ اور ثقافت کبھی بھی غیر جانبدار یا خود مختار نہیں ہوتے بلکہ یہ ہمیشہ طاقت کے نظام، سماجی ڈھانچوں اور حکومتی یا ثقافتی مفادات کے ساتھ مربوط ہوتے ہیں۔ اس سے ایک بنیادی سوال ابھرتا ہے: کیا تاریخی بیانیہ حقیقت کو ظاہر کرتا ہے یا طاقت کے مفادات کو؟ نو تاریخیت اس سوال کا کوئی سادہ یا قطعی جواب نہیں دیتی، بلکہ یہ اس حقیقت کو اجاگر کرتی ہے کہ حقیقت، طاقت اور بیانیہ ایک پیچیدہ، متعامل اور کبھی کبھار متصادم رشتے میں بندھے ہوتے ہیں، اور ان عناصر کے باہمی تعلق کو سمجھنا ہی ماضی اور ادب کی حقیقی تفہیم کے لیے ضروری ہے۔

چوتھا اہم نظری مسئلہ مرکز اور حاشیہ ہے۔ روایتی تاریخی بیانیے عموماً مرکز کی تاریخ پر مرکوز ہوتے تھے، یعنی حکمرانوں، سلطنتوں، ریاستوں، غالب طبقوں اور سیاسی یا فوجی طاقتوں کی داستانیں۔ جدید تنقیدی نظریات، اور خصوصاً نو تاریخیت نے اس مرکزیت کو چیلنج کیا اور حاشیے پر موجود طبقات، کمزور یا دبے ہوئے بیانیے، عوامی تجربات اور خاموش آوازوں کو بھی تاریخی اور ادبی مطالعے میں اہمیت دی۔ اس سے تاریخ اور ادب دونوں کی قرأت میں ایک بنیادی تبدیلی واقع ہوئی، کیونکہ اب ماضی صرف غالب طبقے کی کہانی نہیں رہا بلکہ معاشرت کے ہر گوشے کی آواز کو سمجھنے کا موقع فراہم ہوا۔

پانچواں اور آخری اہم نظری سوال ادب کی حیثیت اور اہمیت سے متعلق ہے۔ یہ سوال اٹھتا ہے کہ کیا ادب صرف اپنے عہد کا عکس اور عکاسی ہے، یا یہ خود بھی تاریخ کی تشکیل اور معنی پیدا کرنے میں حصہ لیتا ہے؟ نو تاریخیت کے مطابق ادب محض عکاس نہیں بلکہ ایک فعال ثقافتی اور بیانی عمل ہے، جو معنی، شناخت، مزاحمت، ثقافتی مفروضات اور طاقت کے رشتوں کو تشکیل دینے میں فعال

کردار ادا کرتا ہے۔ اس تصور نے ادبی تنقید کو ایک نئی جہت عطا کی ہے، کیونکہ اب ادب کو صرف جمالیاتی یا فنی مظہر کے طور پر نہیں بلکہ ایک تاریخی، ثقافتی اور طاقتور تناظر کے اندر معنی خیز اور فعال عمل کے طور پر سمجھا جاتا ہے۔

مندرجہ بالا بحث سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ تاریخ، تاریخیت اور نو تاریخیت تینوں انسانی شعور، ادبی مطالعے اور فکری تنقید کے بنیادی تصورات ہیں۔ تاریخ ماضی کے واقعات اور انسانی تجربات کو محفوظ کرتی ہے؛ تاریخیت ان واقعات اور متون کو ان کے تاریخی سیاق میں سمجھنے کا اصول فراہم کرتی ہے؛ اور نو تاریخیت تاریخ، ادب، طاقت، ثقافت اور بیانیے کے باہمی تعلق کو ایک نئے تنقیدی شعور کے ساتھ منکشف کرتی ہے۔ ان تینوں کے باہمی تعلق کو سمجھے بغیر نہ ماضی کی جامع تفہیم ممکن ہے، نہ ادب کی گہری قرأت، اور نہ ہی تہذیبی و فکری تشکیل کے پیچیدہ عمل کو سمجھا جا سکتا ہے۔ نیز یہ بھی واضح ہوا کہ تاریخ محض ماضی کا اندراج نہیں، تاریخیت محض زمانی حوالہ نہیں، اور نو تاریخیت محض ایک تنقیدی فیشن نہیں۔ بلکہ یہ تینوں ایسے فکری مناہج ہیں جو انسان، معاشرہ، ادب اور ثقافت کو سمجھنے کے لیے بنیادی اہمیت رکھتے ہیں۔ موجودہ دور میں جبکہ تاریخ، شناخت، بیانیہ اور طاقت کے مسائل مزید پیچیدہ ہو چکے ہیں، ان مباحث کی افادیت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ چنانچہ ادب اور انسانی علوم کے سنجیدہ مطالعے کے لیے ان تصورات سے واقفیت ناگزیر ہے۔

حوالہ جات

۱۔ نسیم عباس احمر، ڈاکٹر، نو تاریخیت (منتخب اُردو مقالات)، مثال پبلشرز، فیصل آباد، ۲۰۱۸، ص: ۲۴

۲۔ ایضا، ص: ۸

۳۔ ایضاً، ص: ۷

۴۔ ناہید قمر، ڈاکٹر، اُردو ادب میں تاریخیت، پورب اکادمی، اسلام آباد، ۲۰۱۷، ص: ۱۰

۵۔ ایضاً

۶۔ ایضاً

۷۔ نسیم عباس احمر، ڈاکٹر، نو تاریخیت، منتخب اردو مقالات، مثال پبلشرز، فیصل آباد، ۲۰۱۸، ص: ۲۲

۸۔ ایضاً، ص: ۲۹

۹۔ ایضاً، ص: ۲۴

۱۰۔ ایضاً، ص: ۲۲

۱۱۔ ایضاً، ص: ۲۰۶

References in Roman Script:

1. Naseem Abbas Ahmar, Dr., Nau Tarikhiyat (Muntakhab Urdu Maqalat), Misal Publishers, Faisalabad, 2018, p. 24.
2. Ibid, p. 8.
3. Ibid, p. 7.
4. Naheed Qamar, Dr., Urdu Adab Mein Tarikhiyat, Purab Academy, Islamabad, 2017, p. 10.
5. Ibid

6. Ibid
7. Naseem Abbas Ahmar, Dr., Nau Tarikhiyat (Muntakhab Urdu Maqalat), Misal Publishers, Faisalabad, 2018, p. 22.
8. Ibid, p. 29.
9. Ibid, p. 24.
10. Ibid, p. 22.
11. Ibid, p. 206.